باب اوّل

پاکستان کا عدمِ استحکام

حقیقی و واقعی یا وہمی و خیالی؟

عالمی سطح پر پاکستان کا شمار بالعموم غیر مستحکم یا بالقوہ مائل بہ انتشار خطوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ پروفیسر زائرنگ جو طویل عرصے تک پاکستان میں مقیم رہے اور پاکستان کے اعلیٰ ترین سرکاری تربیتی ادارے (اسٹاف کالج لاہور) سے وابستہ رہے، اُن کا ایک مضمون غیر ملکی جرائد کے حوالے سے پاکستان کے اخبارات میں بھی شائع ہو چکا ہے، جس میں انہوں نے برملا اور واشگاف الفاظ میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان تا حال اپنے جداگانہ تشخص کا جواز ثابت نہیں کر سکا ہے، لہٰذا عنقریب مزید حصے بخرے ہونے کے عمل سے دوچار ہو جائے گا۔ اعاذنا الله من ذلك!!

اِدھر داخلی طور پر ایک جانب تو بانیٔ پاکستان کا یہ جملہ تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلسل نشر ہوتا ہے کہ ''پاکستان ہمیشہ قائم رہنے کے لیے بنا ہے۔'' اور دوسری طرف صورتِ واقعی یہ ہے کہ ذرا ہوا تیز چلتی ہے تو پاکستان کی کشتی ہچکولے کھانے لگتی ہے، اور سیاسی حالات میں ذرا مد و جذر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو خواص و عوام سب کے ذہن ہی نہیں زبان تک پر یہ سوال آ جاتا ہے کہ ''پاکستان باقی بھی رہے گا یا نہیں؟''

لہٰذا اِس امر کا پوری حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ آیا پاکستان کا مبینہ عدمِ استحکام حقیقی اور واقعی ہے یا ع

''یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی!''

کے مصداق محض دشمنوں کی اِس سازش کا مظہر ہے کہ اس طرح پاکستان کی مسلمان قوم کے دلوں میں بے یقینی کی کیفیت پیدا کر کے اجتماعی قوتِ ارادی (Collective Will) کو مضمحل کیا جائے۔

راقم کے تجزیے کے مطابق پاکستان کا عدمِ استحکام وہمی و خیالی نہیں حقیقی اور واقعی ہے اور اس کے دلائل اور شواہد ہمارے ماضی اور حال دونوں میں جا بجا موجود ہیں۔ اور جہاں تک ''پاکستان ہمیشہ قائم رہنے کے لیے وجود میں آیا ہے!'' یا اِس قسم کے دوسرے اقوال کا تعلق ہے تو یہ اگرچہ ع

''تری آواز مکے اور مدینے!''

کے مصداق نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا کے ایک ایک مسلمان کے دِل کی تمنا اور آرزو ہے، لیکن اِس معاملے میں حقائق کا انداز بالکل قرآن حکیم کے الفاظ مبارکہ ﴿تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ کا سا ہے! (سورہ بقرہ، آیت: ۱۱۱) ''یہ اُن کی خواہشات ہیں، کہیے پیش کرو اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔''

تو آیئے کہ ذرا اُن حقائق کا جائزہ لیں۔

1- سانحۂ مشرقی پاکستان

سب سے پہلی تلخ حقیقت جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ وہ پاکستان جو ۴۷ء میں عالم وجود میں آیا تھا اب کہاں ہے؟ اُس نے تو چودہ سال قبل داستانِ

پارینہ کی صورت اختیار کر لی تھی اور اب اُسے (Pakistan That Was!) کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ تو اِس ''جو تھا نہیں ہے'' پر ''جو ہے نہ ہوگا!'' کو کس دلیل سے بعید از قیاس قرار دیا جا سکتا ہے؟[1]

[1] ع ''جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرفِ محرمانہ'' اقبالؔ

یاد کیجئے کہ سقوطِ مشرقی پاکستان کے سانحہ پر صرف ملت اسلامیہ پاکستان ہی نہیں پورا عالم اسلام ہل کر رہ گیا تھا اور جہاں پوری امت مسلمہ پر سکتہ سا طاری ہو گیا تھا، وہاں لاکھوں انسان دھاڑیں مار مار کر روئے تھے۔ یہاں تک کہ حرمین شریفین کی فضا لوگوں کی آہ و بکا اور نالہ وشیون سے گونج اُٹھی تھی۔ اس لیے کہ اُس موقع پر صرف یہی نہیں ہوا تھا کہ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے علیحدہ ہو گیا تھا، اگر بات صرف اتنی ہوتی تو اتنا عظیم صدمہ نہ ہوتا۔ بلکہ اس علیحدگی کے جلو میں اُس بدترین شکست کا کلنک کا ٹیکہ ملت اسلامیہ پاکستان کی پیشانی پر لگا تھا جسے تاریخ عالم کی عظیم ترین ہزیمتوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں سلطنت عثمانیہ کے خاتمے، خلافت کی منسوخی اور عالمِ عرب کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اغیار کے غلبہ وتسلط میں جکڑے جانے کے جو کچھ کے امت مرحومہ کو لگے تھے، اُس کے درد والم میں صدی کے وسطی حصے میں مختلف ملکوں میں آزادی کی تحریکوں کی کامیابی سے کچھ کمی آئی ہی تھی اور زخم کچھ مندمل ہوئے ہی تھے کہ ۶۷ء میں دُولِ عرب کی شرمناک اور ذلت آمیز شکست اور پھر اے ء میں سقوطِ مشرقی پاکستان کی صورت میں دُنیا کی عظیم ترین مسلمان مملکت کی رُسوا کن ہزیمت نے زخموں کو از سرِنو تازہ ہی نہیں مزید گہرا کر دیا۔ اور ان زخموں پر نمک چھڑکنے کی خدمت ہمارے اپنے مشرقی پاکستانی بھائیوں نے اس طرح سرانجام دی کہ اپنا نام ہی بدل ڈالا اور ''پاکستان'' کے لیبل کو اپنی پیشانی سے اُتار کر خلیج بنگال میں پھینک دیا اور اس طرح اپنی کم از کم گذشتہ پینسٹھ سال کی تاریخ سے اعلان برأت کر دیا۔ (واضح رہے کہ مسلم لیگ کا قیام ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ ہی میں عمل میں آیا تھا) اور یہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ''بنگلہ دیش'' کے پہلے وزیر خارجہ ڈاکٹر کمال حسین نے اعلان کیا کہ ''اگرچہ آبادی کے لحاظ سے اِس وقت دُنیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد بنگلہ دیش میں ہے، لیکن ہم بنگلہ دیش کو ایک ''مسلمان ملک'' کہلوانا پسند نہیں کریں گے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ! گویا کم از کم وقتی طور پر تو پاکستان ہی سے نہیں اسلامی تشخص سے بھی بیزاری پیدا ہو گئی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کی بقا اور تسلسل کے لیے ذہن انسانی میں نسیان اور بھول کا حفاظتی آلہ (Safety Valve) لگا رکھا ہے۔ ورنہ ؎

یادِ ماضی عذاب ہے یا رب!
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا!!

کے مصداق زندگی اجیرن ہو جاتی، اس لیے کہ اب بھی جب کبھی خیال آجاتا ہے کہ ہمارے ایک لاکھ کے لگ بھاگ کڑیل جوان اُن ہندوؤں کے قیدی بن گئے تھے جن پر ہم نے تقریباً ایک ہزار سال تک حکومت کی تھی تو دن کا چین اور رات کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ اور خصوصاً جب وہ نقشہ نگاہوں کے سامنے آتا ہے کہ پاکستان کی فوج اور دیگر سروسز کے جوانوں اور افسروں کو بالکل بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ٹرکوں پر لاد کر مشرقی پاکستان سے وسطی ہند (مدھیہ پردیش) کے نظر بندی کے باڑوں (Concentration Camps) تک لے جایا گیا تھا تو دِل خون کے آنسو روتا ہے اور رنج والم کی کوئی حد نہیں رہتی ——— ایک مختصر سی جنگ کے نتیجے میں اتنی بڑی شکست اور خصوصاً اتنی ذلت ورُسوائی کی تاریخ انسانی میں کم از کم راقم کی معلومات کی حد تک تو صرف ایک ہی مثال ملتی ہے اور وہ ہے چھٹی صدی قبل مسیح میں بخت نصر کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی اور اُس کے بعد چھ لاکھ یہودیوں کا بھیڑوں اور بکریوں کے گلوں کے مانند ہانک کر بابل لے جایا جانا، راقم کے نزدیک ہمارا المیہ اُس سے ہرگز کم نہیں، اس لیے کہ اُن چھ لاکھ میں عورتیں بھی تھیں، بچے بھی تھے اور بوڑھے بھی تھے اور جنگ کے قابل مردوں کی

تعداد ہرگز ایک لاکھ سے متجاوز نہیں ہوسکتی۔

بہرحال سقوطِ مشرقی پاکستان کا حادثہ فاجعۂ پاکستان کے عدم استحکام کا منہ بولتا ثبوت ہے اور آئندہ کے لیے ایک تازیانۂ عبرت کے طور پر مناسب ہے کہ اس کی یاد کبھی کبھی تازہ کر لی جائے!

''تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را!''

2- سرزمین بے آئین

پاکستان کے عدم استحکام کا دوسرا جیتا جاگتا ثبوت یہ ہے کہ قمری تقویم کی رو سے اپنی عمر کی چالیسویں سال میں قدم رکھ چکنے کے باوجود یہ ملک تاحال سرزمین بے آئین کی حیثیت رکھتا ہے اور ع

خموشی گفتگو ہے، بے زبانی ہے زباں میری

کے مصداق بے آئینی ہی اِس کا آئین اور بے دستوری ہی اس کا دستور ہے۔

راقم الحروف اپنے زمانہ طالب علمی میں جب کہ وہ اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کا ناظم اعلیٰ تھا، ''عزم'' کے نام سے جمعیت کے سرکاری جریدے (Organ) کی ادارت کا ذمہ دار تھا۔ اس میں ایک صفحہ مستقل طور پر پاکستان کے زیر تدوین دستور کے بارے میں لکھے جانے والے مضامین اور خطوط کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا اور اُس کا عنوان اِس شعر کو بنایا گیا تھا کہ

''اس سوچ میں کلیاں زرد ہوئیں، اس فکر میں غنچے سوکھ گئے
آئین گلستاں کیا ہو گا، دستورِ بہاراں کیا ہو گا''

ذرا تصور کیجئے کہ یہ ۵۳-۱۹۵۲ء کی بات ہے گویا اِس پر پوری ثلث صدی بیت چکی ہے، لیکن آج بھی صورتِ حال جوں کی توں ہے اور اس میں ہرگز کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ اس لیے کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد خان لیاقت علی خان مرحوم کی بی پی سی رپورٹ (Basic Principles Committee Report) کے رد ہو جانے کے بعد دستور سازی میں جو کئی سال کا وقفہ اور خلا رہا تھا وہ خدا خدا کر کے ۵۶ء میں ختم ہوا تھا، لیکن ۵۶ء کے دستور کو واقعتاً دن کی روشنی دیکھنی نصیب ہی نہیں ہوئی۔ پھر ۶۲ء کا دستور آیا اور صرف چند سال قائم رہ کر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد ۷۳ء میں مسٹر بھٹو نے واقعتاً ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا تھا کہ دن رات محنت کر کے اس پارلیمنٹ کا اتفاق رائے (Consensus) حاصل کر لیا تھا جس کی نمائندہ حیثیت غیر متنازعہ تھی، یہاں تک کہ آج تک بھی اُس کے بارے میں اس پہلو سے کسی نے حرف زنی نہیں کی کہ جن انتخابات کے ذریعے وہ وجود میں آئی تھی وہ قابل اعتماد نہ تھے! لیکن افسوس کہ اوّلاً خود انہوں نے اس میں پے بہ پے ترامیم کر کے اُس کا حلیہ بگاڑ دیا اور اُس کی غیر متنازعہ حیثیت کو بھی مجروح کر دیا۔ اور اِس سلسلے میں وہ اپنی مجرد عددی قوت (Brute Majority) کو جس بھونڈے طور پر بروئے کار لائے اُس نے واقعہ یہ ہے کہ اُن کی اپنی حیثیت کو شدید نقصان پہنچایا۔ اور پھر ۷۷ء کے مارشل لاء نے اُسے اوّلاً ساڑھے آٹھ سال تک معطل رکھا اور پھر ترامیم کے ذریعے اُس کے پورے نقشے ہی کو بدل کر رکھ دیا۔ اور اگرچہ حال ہی میں اُس پر طویل بحث و مباحثہ اور گفت و شنید اور ''کچھ لو اور کچھ دو'' (Give and take) کے اُصول پر سمجھوتے کے بعد پارلیمنٹ سے مہر تصدیق ثبت کرا لی ہے، لیکن کون نہیں جانتا کہ اس پارلیمنٹ کی حیثیت ہرگز غیر متنازعہ نہیں ہے۔ اور مارشل لاء اُٹھنے کی دیر ہے کہ اس کے ضمن میں پورا بکچہ اختلاف و انتشار (Pandora`s Box) ایک دم کھل جائے گا اور آزادانہ تصادم و کشمکش (Free For All) کی وہ کیفیت دوبارہ پیدا ہو جائے گی جو ۷۰-۱۹۶۹ء میں پیدا ہو چکی ہے اور پھر اللہ

ہی بہتر جانتا ہے کہ اِس صورت حال کا نتیجہ کیا برآمد ہوگا۔ اس لیے کہ اتنی بات تو ریکارڈ پر موجود ہے اور سب ہی کو معلوم ہے کہ ملک کی متعدد سیاسی جماعتوں اور اہم سیاسی شخصیتوں نے بارہا کہا ہے کہ اگر ایک بار ۱۹۷۳ء کا دستور ختم ہو گیا تو پھر دوبارہ پاکستان کا دستور کبھی نہ بن سکے گا۔ واللّٰہ اعلم !! واعاذنا الله من ذلك!!

3- کنفیڈریشن کا شوشہ

عدم استحکام کا ایک تیسرا مظہر اور مسلسل بے دستوری اور بے آئینی کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ اب ملک کے متعدد اور مسلّم سیاسی اہمیت کے حامل رہنما برملا کنفیڈریشن کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اس کے لیے ایک باضابطہ اتحاد ''سندھی، بلوچی، پختون فرنٹ'' کے نام سے وجود میں آ چکا ہے۔ اور یہ فرنٹ تو ملک سے باہر بنا ہے اور اس میں شریک زعماء اس وقت خود اختیار کردہ جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن ''عین باب الاسلام'' یعنی سندھ کے قلب میں بیٹھ کر ایک شخص اس سے بھی آگے بڑھ کر برملا کہہ رہا ہے کہ ''اب وقت آ گیا ہے کہ پاکستان کو توڑ دیا جائے!'' اور کنفیڈریشن کے نعرے پر طنزیہ تبصرہ کرتا ہے: ''ہمیں کنفیڈریشن ضرور مطلوب ہے، لیکن پاکستان کے اندر نہیں بلکہ اس سے باہر''۔ ''اور اس سے بھی ایک قدم مزید آگے بڑھا کر ڈنکے کی چوٹ کہتا ہے کہ ''ہم مارشل لاء کی تائید اسی لیے کرتے ہیں کہ اصل میں پاکستان اسی کے ذریعے ٹوٹے گا اور ہم ایم آر ڈی کی تائید اس لیے نہیں کرتے کہ وہ جمہوریت کی علمبردار ہے، اور جمہوریت پاکستان کے بقا کا ذریعہ بن جائے گی۔'' واضح رہے کہ مجھے اس وقت اُن صاحب کے کسی قول کی صحت یا عدمِ صحت سے کوئی بحث نہیں ہے، بلکہ یہ تذکرہ صرف ع

''قیاس کن زگلستان من بہارِ مرا!''

کے قبیل سے ہے۔

4- بھارت کا استحکام

عربی مقولے ''تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا'' (چیزوں کی حقیقی معرفت اُن کی مخالف اور متضاد اشیاء کے حوالے سے حاصل ہوتی ہے) کے مطابق اپنی اس حالت کا موازنہ کیجیے بھارت کے ساتھ، جو پاکستان کا پیدائشی دشمن ہے۔ اس لیے کہ اُس نے ذہناً اور قلباً پاکستان کو ایک دن کے لیے بھی قبول نہیں کیا۔ کون نہیں جانتا کہ ہندوؤں کے نقطۂ نظر سے بھارت کی موجودہ تقسیم عارضی ہے اور اُن کے دِلوں میں اس اُمید کے چراغ روشن ہیں کہ وہ دن زیادہ دُور نہیں جب بھارت پھر ''اکھنڈ'' ہو جائے گا۔ اُن کے صحافی اور دانشور پاکستان آ کر برملا کہتے ہیں کہ ''ہم نے پاکستان کو تو ضرور تسلیم کیا ہے، لیکن نظریۂ پاکستان کو ہرگز تسلیم نہیں کیا۔'' یہ گویا نہایت لطیف اور ڈپلومیٹک انداز ہے یہ کہنے کا کہ ہم پاکستان کو تسلیم نہیں کرتے۔

غور طلب امر ہے کہ بھارت بھی ہمارے ہی ساتھ —— بلکہ ہم سے ایک دن بعد آزاد ہوا تھا لیکن اُس نے جھٹ پٹ دستور بنایا اور اس کی گاڑی ایمرجنسی کے ایک مختصر سے وقفے کے سوا چالیس سال ہونے کو آئے کہ کبھی اُس دستور کی پٹڑی سے نہیں اتری۔ حالانکہ وہ اگر ہم سے دس گنا بڑا ہے تو اُس کے مسائل ہم سے پچاس گنا زیادہ پیچیدہ اور گھمبیر ہیں۔ چنانچہ نسلی ولسانی اور تہذیبی وثقافتی تقسیم تو وہاں پاکستان کے مقابلے میں کم از کم دس گنا زیادہ ہے ہی، اس پر مستزاد ہے وہ مذہبی تقسیم جس نے وہاں کے مسائل کو مزید کئی گنا زیادہ کر دیا ہے۔ جب کہ ہمارے یہاں کم از کم اس ''بچے کھچے پاکستان'' (What Remains of Pakistan) میں یہ عامل نہ ہونے کے برابر ہے —— الغرض معاملہ وہی ہے کہ ؎

دیکھ کعبے میں شکست رشتہ تسبیح شیخ!
بتکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ!

آئینی اور دستوری سطح پر بھارت کی اِس ''پختہ زناری'' کے ساتھ ساتھ ایک نظر ڈالیے اُس کی صنعتی اور عسکری ترقی پر جس نے اُسے اِس علاقے کی

چھوٹی سپر پاور کا درجہ دے دیا ہے۔ اور غور کیجئے اِس واقعی صورت حال پر کہ دونوں عالمی طاقتیں اُس کی خوشنودی کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی سرتوڑ کوشش کر رہی ہیں۔ چنانچہ جناب آغا شاہی جو غالباً پاکستان کی تاریخ میں طویل ترین عرصے تک پاکستان کے وزیر خارجہ رہے ہیں، اپنی ایک تحریر میں صاف لکھ چکے ہیں کہ راجیو گاندھی کے دورۂ امریکہ کے موقع پر یہ طے پا گیا ہے کہ امریکہ بھارت کو جنوبی ایشیا کی منی سپر پاور (Mini Super Power) تسلیم کرتا ہے اور اُس کی حیثیت کو کسی بھی اعتبار سے نہ چیلنج کرے گا نہ مجروح کرنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ وہ وقت قریب ہے کہ امریکہ پاکستان کو مجبور کرے گا کہ وہ بھارت کے ساتھ اُس کی شرائط پر صلح کرے۔ الغرض! بھارت کا یہ ''استحکام'' بھی پاکستان کے ''عدم استحکام'' کے ضمن میں ایک تقویتی عامل کی حیثیت رکھتا ہے۔

عدم استحکام کا سبب

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ع

''ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا!''

کے مصداق اِس عدم استحکام کا سبب کیا ہے؟ میرے نزدیک اس کا ایک سبب اصلی اور بنیادی ہے، اور ثانوی درجے میں اِس اساسی سبب کے کچھ ثمرات و نتائج ہیں، جنہوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔

اس کا اصل سبب یہ ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست کی حیثیت سے عالم وجود میں آیا تھا، لیکن افسوس کہ اس میں بسنے والوں نے اس کے وجود میں آنے کے فوراً بعد اُس نظریے ہی کو فراموش کر دیا۔ یہ بالکل ایسے ہے کہ کسی درخت کی جڑ سوکھ جائے اور اُسے پانی نہ دیا جائے، اس کے نتیجے میں وہ لازماً مرجھا جائے گا اُس کے پتے جھڑ جائیں گے، شاخیں سوکھ جائیں گی اور کچھ عرصے بعد اُس میں سے ایک سوکھے تنے کے سوا اور کچھ باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ بعینہٖ یہی صورت حال پاکستان کو درپیش ہے۔

اِس سے بھی آگے بڑھ کر واقعہ یہ ہے کہ پاکستان کا حصول برصغیر کی ملت اسلامیہ کے قافلۂ ملی کی اصلی اور آخری منزل نہیں بلکہ صرف پہلا ''پڑاؤ تھا'' اور اِس امر کی شدید ضرورت تھی کہ اِس کے قافلہ سالار اپنے شرکاءِ سفر کو پوری شدت سے یاد دلاتے رہتے کہ ع

''چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی!''

لیکن افسوس کہ اس بدنصیب قافلے کے رہنماؤں کی اکثریت نے خود ہی پہلے پڑاؤ پر پہنچ کر اصل منزل کو فراموش کر دیا۔ چنانچہ جب خود رہنما ہی اُس پڑاؤ کو اصل منزل قرار دے کر محو استراحت ہو گئے تو عوام کا تو کہنا ہی کیا؟ اُن کی اکثریت نے بھی اگر ع

''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست''

کی عامیانہ شرح کو طرز زندگی بنا لیا تو اُن سے کیا گلہ؟ اور کیسا شکوہ!

اِس اصل اور اساسی سبب کے نتیجے میں جب ذہنی و فکری انتشار، اخلاقی و عملی اختلال اور سیاسی و انتظامی بحران پیدا ہوا تو اوّلاً کچھ ہوشیار اور چالاک سرکاری ملازمین (Civil Servants) نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور جب اُس کے نتیجے میں ع

''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی!''

کے مصداق انتشار و اختلال مزید بڑھ گیا، تو آخر کار ملک کے منظّم ترین ادارے یعنی فوج نے عوام کو سیاسی اعتبار سے نابالغ اور سیاسی جماعتوں اور رہنماؤں کو بدقماش اور آوارہ قرار دے کر ملک و ملت کی سرپرستی (Guardianship) کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اُٹھا لیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اِس سے بھی صورتحال میں کوئی بہتری تو نہ پیدا ہو سکتی تھی نہ ہوئی۔ لیکن اس کی کوکھ سے مزید پیچیدگیوں اور خرابیوں نے جنم لے لیا۔ جن میں سے سب سے بڑی اور خوفناک پیچیدگی یہ ہے

کہ چونکہ پاکستان کی مسلح افواج کی ایک عظیم اکثریت ایک خاص علاقے سے تعلق رکھتی ہے، لہٰذا دوسرے علاقے کے لوگوں میں یہ احساس کچھ از خود اُبھرا اور کچھ ملک وملت کے دشمنوں نے اُبھارا کہ ایک علاقے کے لوگ پورے پاکستان پر حکومت کر رہے ہیں۔ چنانچہ اوّلاً یہ احساس پوری شدت کے ساتھ مشرقی پاکستان میں پیدا ہوا اور اُس کے نتیجے میں ملک دولخت ہو گیا۔ بعد ازاں یہی احساس ہے جس کی کوکھ سے اس بچے کھچے پاکستان میں سندھی، بلوچی، پختون فرنٹ نے جنم لیا ہے اور اگر خدانخواستہ ان ثانوی اثرات ونتائج سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کے ساتھ ساتھ جلد از جلد پاکستان میں ایک زوردار تحریک ایسی نہ اُبھری جو ع

''سوئے قطار می کشم ناقہ بے زمام را!''

کے انداز میں اس بھولے اور بھٹکے ہوئے قافلے کو اپنی اصل منزل دوبارہ یاد دلا دے اور ع

''ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا!''

کی شان کے ساتھ ایک ''ولولہ تازہ'' اور ''عزم نو'' کے ساتھ دوبارہ سرگرم سفر کر دے تو اندیشہ ہے کہ کہیں بدخواہوں کی پیشین گوئیاں صحیح ثابت نہ ہو جائیں اور دشمنوں کے گھروں میں واقعتہً گھی کے چراغ نہ جلنے لگیں۔

تو آیئے کہ غور کریں کہ:

پاکستان کی اصل جڑ اور بنیاد کیا ہے؟ اور اس کے استحکام کی بنیاد کون سی چیز بن سکتی ہے؟؟